غیر مسلموں میں رسول اکرم ؐ کا طریقہ تبلیغ اسوۂ حسنہ کے آئینہ میں

پروفیسر سرور حسین خان

پوری دنیا میں جب جہالت کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی، ظلم وتشدد کا بازار گرم تھا، کفر، بت پرستی اور الحاد کا دور دورہ تھا۔ ایسے میں مکہ کے ایک گوشہ میں حق کی نور کی کرن پھوٹی، یہ کرن روشنی بنی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک وسیع وعریض رقبہ پر حق وصداقت کی صدائیں گونجنے لگیں۔ اسلام کا پیغام دو تین دہائیوں میں لاکھوں مربع میل کی وسعتوں میں پھیل چکا تھا۔

حق وصداقت کا یہ پیغام جب چند صدیوں کا سفر طے کر چکا تو دنیا کے منفی رویوں کے حامل افراد سے یہ برداشت نہ ہوسکا کہ ایک نبی الامی کے ذریعہ کل شروع ہونے والے دین نے آج پوری دنیا کو اپنے بازؤں میں سمیٹ لیا ہے۔ لہٰذا کفر وشرک کے حامل افراد کی طرف سے ایک طویل عرصہ تک پوری دنیا میں یہ امر موضوع گفتگو بنا رہا کہ آیا اسلام تلوار یا طاقت کے زور سے پھیلا یا تبلیغ وکردار کے ذریعہ۔

اہل کفر نے اپنی تمام تر توانائیاں اس پر صرف کر دیں کہ اسلام بزور شمشیر یعنی طاقت کے زور پر پھیلا اور اشاعت پذیر ہوا۔

دوسری جانب دین اسلام کے معلمین، مفکرین، ناقدین، اور علماء نے اپنی بھرپور توانائیاں تحریری طور پر اور تقریری طور پر وقف کر دیں کہ جو قضیہ غیر مسلموں کی جانب سے آیا ہے وہ نہ صرف سراسر غلط ہے بلکہ دھوکہ اور فریب پر مبنی ہے۔ کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے کسی موقع پر دین اسلام کو پھیلانے کے لئے کبھی بھی طاقت کا استعمال نہ کیا بلکہ اسلام کی اشاعت میں تبلیغ، اخلاق اور کردار کی مضبوطی بنیادی عوامل ہیں جو اسلام کی اشاعت کا سبب اور ذریعہ بنے۔ اور یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسلام کا سب سے بڑا ہتھیار سچائی اور کردار کی مضبوطی ہے کیونکہ

جناح گورنمنٹ کالج ناظم آباد

رسول اکرم ﷺ پر وحی کے نزول سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اخلاق کریمانہ کی اس طرح تربیت فرمائی کے بعثت سے پہلے ہی لوگ آپ کو صادق اور امین کے نام سے پکارنے اور یاد کرنے لگے تھے۔ اسی اخلاق و کردار کی یہ خوبی تھی کہ ایک بار یہ جس کے دل میں گھر کر لے تو اس سے یہ عمل موت کے ذریعہ ہی ختم ہو سکتا ہے ساری زندگی میں اس سے جدائی ممکن نہیں ہے۔

ہمارے پیش نظر یہ امر بھی رہنا چاہئے کہ آج کے اسی ترقی یافتہ علم و شعور آگہی کے دور میں یہ ناممکن ہے کہ آپ کسی فرد یا جماعت پر اپنے نظریات، خیالات زبردستی مسلط کر دیں بلکہ چودہ سو سال پہلے حق و خوشی کا جو ہتھیار اپنے اندر قوت، طاقت رکھتا تھا آج بھی اس کے اندر وہی طاقت اور قوت اور اثر پزیری موجود ہے آج بھی اگر ہم اپنے معاشرہ کے کسی بھی شعبہ زندگی کے افراد میں سے کسی ایسے افراد کا انتخاب کر لیں جو اخلاق کردار اور اصولوں پر سودہ بازی کرنے والا نہ ہو تو وہ افراد آج بھی ہمارے معاشرہ کے افراد کے افعال و اعمال پر اثر انداز ہو سکتے ہیں اور اسی کو ہم حق سچائی اور راست بازی کے مختلف ناموں سے یاد کرتے ہیں۔

تبلیغ کے معنی و مفہوم: تبلیغ کا لفظ بلغ سے نکلا ہے اور بلغ یبلغ کے معنی پہنچانے کے ہیں۔ یہ لفظ اگر عام معنی میں استعمال کیا جائے تو مطلب یہ ہے کہ ایک خبر، معلومات ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانا۔ یا ایک فرد کا کسی خبر کو کسی دوسرے فرد یا افراد تک پہنچانا تبلیغ کہلاتا ہے۔

یہی لفظ جب ہم دین اسلام کے حوالہ سے استعمال کرتے ہیں تو ہماری خالصتاً یہ مراد ہوتی ہے کہ کلمۃ اللہ یا دین اسلام کے پیغام کو دوسرے افراد تک پہنچانا۔ یعنی اسلام کے جو بنیادی عقائد ہیں جنہیں، توحید، رسالت، آخرت وغیرہ کلیدا ہمیت کے حامل عنوانات ہیں ان پر خود عمل کرنا اور دوسرے لوگوں تک اس کو صحیح اور راست انداز میں پہنچانا تبلیغ کہلاتا ہے

مسلم معاشرے میں جو افراد مستقل اس کام سے جڑے ہوتے ہیں اور اپنی معاشرتی زندگی گزارنے کے ساتھ ساتھ مستقل یا عارضی بنیادوں پر کچھ وقت اس کار خیر کے لئے مختص کر لیتے ہیں ایسے افراد کو ہم عرف عام میں مبلغ کہتے ہیں اور یہ افراد خلوص نیت سے دین کے کام کو جسطرح انجام دیتے ہیں ان کے اس عمل کو تبلیغ کہا جاتا ہے۔ تبلیغ کا عمل مسلم معاشرے کے افراد کی اصلاح کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور غیر مسلموں کو راہ حق کی طرف لانے کے لئے بھی کیا جا سکتا ہے دونوں صورتوں کو تبلیغ کہا جاتا ہے۔

تبلیغ کا حکم: ابتدائے آفرینش سے اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ اپنے بندوں کے لئے دینی و دنیاوی سہولتیں مہیا کرتا رہا ہے اور جو لوگ ہدایت حاصل کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہو کر مسلم معاشرہ کے ایک معزز رکن بن جاتے ہیں۔ اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ ان کی عملی زندگی اس نکتہ پر آ کر رک جائے بلکہ ان ہدایت یافتہ اور باعمل مسلمانوں پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ اب تم ان لوگوں کو ہدایت وفلاح کی طرف بلاؤ جس سے تم خود بہرہ ور ہو چکے ہو یا جن لوگوں نے گمراہی میں پڑ کر صدیوں پرانا حق وصداقت کا سبق بھلا دیا اس کو بالکل بدل کر رکھ دیا ہے۔ لہٰذا اس حوالہ سے قرآن کریم میں جماعت المسلمین کیلئے واضح حکم موجود ہے۔

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون (۱)

ترجمہ: ''اور تم سے ایک جماعت (گروہ) ایسی ہونی چاہئے جو (لوگوں کو) بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری بات سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح یاب ہیں۔''

آیت بالا میں واضح حکم موجود ہے کہ مسلم امہ میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو فریضہ تبلیغ کے کام کو سرانجام سے اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ تبلیغ کا کام ہر ایک کے لئے ضروری نہیں بلکہ جسے یہ کام سونپا جائے یا فرد و افراد اپنے آپ کو اس کام کے لئے آمادہ وتیار کریں اسے دینی امور کے معاملات پر مکمل عبور ہونا چاہئے۔ نیز اگر تبلیغ کا رخ غیر مسلموں کی جانب ہے تو جن مذاہب کے افراد میں دین اسلام کی تبلیغ مقصود ہو اس مذہب کے بنیادی عقائد سے آگاہی ضروری ہے اس طرح فریضہ تبلیغ کے کام کو موثر انداز میں سرانجام دیا جا سکتا ہے

اسی طرح اگر مسلم معاشرہ میں بے راہ روی کا رواج پایا جائے اور اخلاقی حدود ناپید ہو جائیں اور عام مسلمان دین کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے ناآشنا ہوں، جیسا کہ آج کل ہمارا معاشرہ ہے تو امت مسلمہ کے مبلغین پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہیں کہ ایک تو وہ مرحلہ ہے کہ ہم مسلم معاشرہ کی اصلاح احوال کی فکر کریں کیونکہ جب تک ہم خود ہی اسلام پر پوری طرح عمل نہیں کریں گے تو غیر مسلم کو کس منہ سے اسلام کی طرف بلانے کی دعوت دے سکتے ہیں لہٰذا جب ہم اپنی اصلاح سے فارغ ومطمئن ہو جائیں اور دین اسلام کا عملی نمونہ بن جائیں تو اس کے بعد تبلیغ دین کا دوسرا مرحلہ

شروع ہوتا ہے اور وہ ہے غیر مسلموں میں دین اسلام کی تبلیغ!

اسی دوسرے اہم تبلیغی مشن کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ہے اور اس سلسلہ میں قرآن کریم میں واضح طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فریضہ کی ادائیگی کا حکم دیا جا رہا ہے "ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن "(۲)" ترجمہ: اپنے رب کی طرف بلاؤ حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور ان لوگوں سے اچھے طریقہ سے بحث کرو"۔

دور حاضر میں کیفیت تبلیغ: دین اسلام کی تبلیغ کے حوالہ سے اگر آج ہم دنیائے اسلام کا جائزہ لیں تو مختلف ممالک میں مختلف طور پر یہ فریضہ انجام دیا جا رہا ہے۔ بلکہ ہر ملک خاص طور سے پاک و ہند کے ملکوں میں اس فرض کی ادائیگی کو مختلف افراد اور جماعتیں اپنے اپنے انداز میں اور طروق کے مطابق اس کام کو سرانجام دینے کی سعی کر رہی ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ تمام جماعتیں اپنی اپنی جگہ اس امر پر متفق و متحد اور مطمئن ہیں کہ ہماری تبلیغ کا طریقہ صحیح اور درست ہی نہیں بلکہ یہ اس طریقہ تبلیغ کے قریب ترین ہے جو رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے سر انجام دیا۔ نیز ان مبلغین کا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ و راغب کرنے کا ایک یہ انداز بھی ہے کہ وہ لوگوں سے برملا یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ ہم نے جو طریقہ تبلیغ اختیار کیا ہے وہ انبیاءؑ اور صحابہؓ کا طریقہ ہے ہم اسی مشن کو لے کر آئے ہیں لہٰذا آپ لوگ اس نیک کام میں نہ صرف ہمارا ساتھ دیں بلکہ اس کے اجر و ثواب میں شریک ہو کر ثواب کے مستحق بنیں۔ اور یہ وہی کام ہے جس میں دین و دنیا دونوں جہاں کی کامیابی و کامرانیاں موجود ہیں۔

دین اسلام کی تحفیظ و ترویج میں دینی مدارس کا کردار: جب غلامی تھی اور آج جب ہم آزاد ہیں ہر دور میں دینی مدارس نے دین اسلام کی حفاظت اور بقا کا بھرپور کردار ادا کیا ہے برصغیر میں سب سے زائد مکاتب فکر (عقیدہ و فقہ کی بنیاد پر) پائے جاتے ہیں ان میں دو مشہور مکتبہ فکر اہل سنت، دیو بندی، اور بریلوی مکتبہ فکر ہیں (اہل حدیث بھی اہل سنت کا مکتبہ فکر ہے جسے مقالہ نگار بھول گئے ہیں، چیف ایڈیٹر) تیسرے اہل تشیع اور چوتھے شافعی و حنبلی وغیرہ ہیں۔ نوٹ: اہل تشیع اہل سنت کا مکتبہ فکر نہیں ہے فقہ شافعی و حنبلی: اہل سنت ہیں مقالہ نگار سے سہو ہوا ہے، چیف ایڈیٹر) پاکستان میں دیو بندی اور بریلوی مکتبہ فکر کے مدارس کا ایک نیٹ ورک

ہے ایک وفاق المدارس اور دوسرا تنظیم المدارس پاکستان کے نام سے جانا جاتا ہے۔ان تمام مدارس میں بلامبالغہ کئی لاکھ طلبہ اقامتی سہولیات کے ساتھ دینی علوم حاصل کر کے عالم کی سند حاصل کرتے ہیں۔بعض قرأت اور بعض صرف حفظ قرآن تک محدود رہتے ہیں۔قطع نظر اختلافات کے ہمارے یہ دینی مدارس دین کے سچے اور پکے محافظ ہیں۔

ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ شاید ہمارے موجودہ رائج طریقہ تبلیغ میں کوئی کمی یا ایسی خامی ضرور ہے جس کا ادراک ہم نہیں کر پارہے ہیں۔جسکی بنا پر آج جامع طور پر پورے معاشرہ پر اس کے اثرات مرتب نہیں ہو پا رہے ہیں جنکی ہمیں امید ہے لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم روشنی کے مینار، اخلاق کے پیکر اور کردار کی عظمت کے شہنشاہ حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ پر ایک نظر کریں تو اک نظر میں ساری حقیقت حال ہمارے سامنے ہو جائے گی اور ہم یہ بھی جان لیں گے کہ باعث تخلیق کائنات نے تبلیغ دین اسلام کے لئے کون سا طریقہ اختیار فرمایا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ: عام طور پر جب بھی تبلیغ کے حوالہ سے گفتگو ہوتی ہے تو اسکا منشاء یہی سمجھا جاتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور انہیں منتخب کر کے منصب رسالت کے لئے چن لیا گیا تو اب وہ دین کو پھیلانے کا جو کام کریں گے وہ تبلیغ کہلائے گا یا اس عمل میں شمار ہوگا۔اس بنا پر جب ہم رسول اللہ ﷺ کی ذات کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ چالیس سال کی عمر کے بعد آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی اور اس کے بعد آپؐ نے چپکے چپکے خاموشی سے لوگوں میں ہدایت کا پیغام لوگوں میں پہنچانا شروع کیا۔پھر چند سال کے بعد آپ کو وحی کے ذریعہ حکم ملتا ہے کہ آپ کھلم کھلا لوگوں کو ہدایت کی طرف بلائیں اور انکی اصلاح کی سعی کریں۔

اس حکم کے آنے کے بعد بیشتر لوگوں کا یہی خیال ہے کہ تبلیغ کا صحیح معنی میں باقاعدہ آغاز اسی وقت سے ہوا جب عام لوگوں کو کھلم کھلا تبلیغ کرنے کا، دعوت حق پہنچانے کا عام حکم آ گیا۔اور تمام ظاہری قرائن اس کی تائید کرتے نظر آتے ہیں تبلیغ کب سے شروع ہوئی اس سلسلہ میں خاکسار کا موقف تھوڑا سا مختلف اور عام نہج سے تھوڑا سا ہٹ کر ہے۔

ہم دنیا میں کوئی بھی کام کرتے ہیں یا کوئی بھی ٹارگٹ حاصل کرنا چاہتے ہیں اس کے لئے تین بنیادی امور کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔سب سے پہلے دیانت داری، دوم محنت اور اس کے بعد بہتر

پلاننگ۔

اب ہم تینوں نکتوں کے حوالہ سے جب رسالت مآب کی ذات کو پرکھتے ہیں تو ہمیں آپ کی ذات ہرزاویے سے ان تینوں امور پر کامل ہی نہیں بلکہ اکمل نظر آتی ہے۔ یعنی کہ آپ ؐ کی حیات طیبہ کا وہ دور جو بچپن ولڑکپن میں تمام ہوتا ہے اور بھرپور جوانی تک ہمیں ایک لمحہ اور واقعہ ایسا نہیں ملتا جس پر کسی نے انگلی اٹھائی ہو یا اٹھائی جاسکتی ہو برخلاف اس کے اس خراب اور برے معاشرہ میں اپنی دیانت داری۔ امانت داری اور صدق کا ایسا بھرپور مظاہرہ کیا کہ وہ برے لوگ آپ کو صادق وامین کے نام سے پکارنے لگے۔ آپ جس کام کو شروع کرتے بھرپور لگن اور محنت کے ذریعہ اسے پایہ تکمیل تک پہنچاتے اس کام کا تعلق گھر سے ہو یا اہل وعیال سے، پڑوس سے ہو یا محلہ وشہر والوں سے یا نجی وذاتی معاملات ہوں ہر معاملہ پر آپ کی اپنے برابر والوں سے نمایاں اور علیحدہ نظر آتی ہے۔ اس چیز کو اگر ہم یہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ نے کسی کے آگے علم کے لئے ہاتھ نہ پھیلایا، کسی سے اخلاقی وکرداری تربیت حاصل نہیں کی اس کے باوجود آپ کے پاکیزہ اور ستھرے اخلاقیات لوگوں کے سامنے عیاں ہو کر رہے ان کا چرچا ہر طرف ہونے لگا۔ معلوم یہ ہوا کہ یہ سب کچھ بس یوں ہی ایک اتفاقی حادثہ یا واقعہ نہیں بلکہ اس تمام عمل کے پیچھے کوئی ان دیکھی قوت اور ذات بھی ہے جو اس ذات کی رہنمائی ورہبری کر رہی ہے۔ یہی نہیں بلکہ جوں جوں وحی کے نزول کا وقت قریب قریب آتا جاتا ہے آپ ؐ روحانی طور پر کچھ عرصہ کے لئے دنیا سے دور تخلیہ وتذکیر سے قریب تر ہوتے جاتے ہیں اور پھر وہ گھڑی آجاتی ہے جب آپ نور نبوت سے روشن ہوجاتے ہیں اور جبرئیل امین آپ کا دربان بننے کا شرف حاصل کر لیتا ہے۔ ہم نے شروع میں جو تین امور بتائے تھے ان میں سے آخری امر عمدہ پلاننگ سے متعلق تھا اب اگر ہم ایک لمحہ کیلئے سرکار دوعالم کے بچپن سے لیکر جوانی اور پھر وحی کے نزول تک کی حیات پر نظر دوڑائیں تو ہمیں کہیں اس میں سقم کمی یا جھول نظر نہ آئے گا بلکہ ہم حیرت میں مبتلا ہیں کہ چودہ سو سال میں ان دیکھی ذات نے آپکی ذات کے متعلق کتنی بھرپور پلاننگ فرمائی تھی کہ جب وحی نازل ہوجاتی ہے تو کچھ عرصہ تک چپ چاپ خاموش تبلیغ کا عمل جاری رہتا ہے اور پھر ایک مناسب موقع پر اسکا رخ اس جانب اور اس طرح پر موڑ دیا جاتا ہے جس کے متقاضی اس وقت کے حالات تھے۔

بعثت سے قبل مکہ کی حالت: جب تک پہلی وحی کا نزول نہیں ہوا تھا مکہ اور اردگرد

کی آبادیوں کا اگر جائزہ لیں تو وہاں مذہب تو تھا لیکن خالص توحید ناپید ہو چکی تھی سابقہ الہامی مذاہب اپنا وقار اور حیثیت کھو چکے تھے ہر طرف بت پرستی اور برائی کا دور دورہ تھا جھوٹ، فریب، دھوکہ دہی، قتل و غارت گری اور ظلم و جبر کا مکمل راج تھا۔ نیکی و بھلائی کا نام لینے والا نظر نہ آتا تھا۔ اتنے برے اور خراب ماحول میں آپ ؐ نے آنکھ کھولی اور اسی معاشرہ میں پل بڑھ کر جوان ہوئے تا آنکہ آپ کو رسالت کے منصب پر فائز کر دیا جاتا ہے۔

جیسا کہ سطور بالا میں بیان کیا جا چکا ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ کو عام تبلیغ کا حکم ہوا تو اس دن سے لیکر ہجرت مدینہ تک یہ تیرہ سال محمد ﷺ اور صحابہؓ نے نہایت اذیت، کرب، تکلیف اور مشکلات میں گزارے۔ ان تیرہ سالوں کے دوران دو مرتبہ مسلمانوں کو حبشہ کی جانب ہجرت بھی کرنا پڑی، انہی تیرہ سال کے دوران تقریباً تین سال تک شعب ابی طالب کی گھاٹی میں مسلمانوں کو معاشی و معاشرتی اذیت ناک دن گزارنے پڑے۔ اور جب مشیت ایزدی سے یہ لوگ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو ایک طرف کفار کی اذیت و تکالیف اور ایذا رسانی سے وقتی طور پر تو نجات مل گئی لیکن اب یہاں پہنچ کر مسلمانوں کو جہاد کا حکم بھی مل گیا۔ یعنی جہاد کی اجازت دے دی۔ مدینہ کی دس سالہ زندگی میں اگر ایک محاذ پر مسلمان کفار سے نبرد آزما نظر آتے ہیں تو دوسرے محاذ پر رسول اور اصحاب رسول تبلیغ دین کے فریضہ میں مصروف نظر آتے ہیں اور تیئس سالہ زندگی کا محور ایک اچھا پر امن معاشرہ نتیجہ کے طور پر سامنے آتا ہے۔

مدینہ کی دس سالہ زندگی دراصل رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کی تبلیغی زندگی کا نچوڑ ہے کیونکہ اس عرصہ میں مسلمانوں کو دین کا پیغام عمدہ اور اچھے طور پر پیش کرنے کے مواقع میسر آئے خود رسول اللہ ﷺ نے خطوط بھیجے اور وفود کو دوسرے ممالک میں مبلغ کی غرض و غایت سے روانہ کیا۔ ہم یہاں انہی کاوشوں کو مختصراً بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

پہلی وحی (اقراء) کے نازل ہونے سے آپ کی وفات تک کا جو کل وقفہ ۲۳ سال پر محیط ہے آپ کی حیات طیبہ کی یہ شب و روز ان کا ایک ایک لمحہ تبلیغ دین کیلئے وقف تھا ان ۲۳ سالوں کو ہم مختلف ادواروں میں با آسانی تقسیم کر سکتے ہیں، اس تقسیم سے ہم پر رسالت مآب ﷺ کی تبلیغ کے حوالوں سے جو کوششیں کی گئیں جو دین میں پیش رفت ہوئی اور درجہ بدرجہ اس کے جو نتائج ہمارے سامنے آتے رہے اسکی مکمل اور صحیح تصور سامنے آ جائے گا

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ہم رسول اکرم ﷺ کی تیرہ سالہ حیات مبارکہ کا تبلیغ کے حوالہ سے مطالعہ کریں گے جو آپ ؐ نے مکہ مکرمہ میں گزارے ان تیرہ سال کو بھی ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔(۱) **خاموش تبلیغ (۲) باا علان تبلیغ**

(۱) خاموش تبلیغ :رسول اکرم ﷺ کی تبلیغ کا یہ وہ گوشہ ہے جب آپ ؐ پر پہلی وحی نازل ہوئی اور عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ دین اسلام میں داخل ہوئیں بچوں میں یہ شرف سب سے پہلے حضرت علیؓ کو حاصل ہوا۔ جوانوں میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اس گروہ کے سردار ٹھہرے۔ تبلیغ کا یہ انداز انتہائی سادہ اور پر سکون تھا۔ کہ جو دین اسلام قبول کر لیتا وہ دوسرے پر اپنا دین قبول کرنے کو ظاہر نہیں کرتا تھا اور خاموشی سے اپنی مذہبی ذمہ داریوں کو بھی پورا کرتا رہتا تھا کفار مکہ اس تمام عمل سے بے خبر تھے کہ ان کے شہر میں ایک نیا دین شروع ہو چکا ہے اور خود انہی میں سے ایک شخص کو جس کا نام محمدؐ ہے پیغمبری کی حیثیت سے نامزد کیا جا چکا ہے۔

(۲) باا علان تبلیغ: مشیت ایزدی سے جب حکم ربی آیا کہ اب تبلیغ چھپ کر یا چپ چاپ نہیں کی جائے گی بلکہ وقت آ گیا کہ حق کو کھلم کھلا اور باا علان لوگوں تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ دنیا والوں نے دیکھ لیا کہ اس امر میں واضح حکم ربی ان تک پہنچ گیا۔

وانذر عشیرتک الاقربین. واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین. فان عصوک فقل انی بریءٌ ممّا تعلمون(۳)

ترجمہ:”اور اپنے خاندان والوں کو ڈرایئے، اور جو مومنوں میں سے آپ کا تابعدار ہو جائے اس سے فروتنی سے پیش آیئے لیکن اگر وہ نہ مانے تو کہہ دیجئے کہ میں تمہارے عمل سے بیزار ہوں“

ادھر آیات ربانی کا نزول ہوتا ہے ادھر آپ عمل پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ پھر آپ ؐ نے قریش کو جمع کیا اور کہا کہ بتاؤ اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے دامن سے اک فوج نکلنا چاہتی ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے۔ سب نے جواب دیا، اب تک آپ کی نسبت ہم کو کسی قسم کی دروغ گوئی کا تجربہ نہیں ہوا۔ اس اقرار کر لینے کے بعد آپ ؐ نے فرمایا: میں تمہیں ایک ایسے سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو تمہارے سامنے ہے۔ یہ سن کر ابولہب نے انتہائی استخفاف کے ساتھ کہا، کیا ہم سب

کو اسی لئے جمع کیا تھا، یہ کہ کر اٹھا اور چل دیا رسول اکرم ﷺ نے تبلیغ کا اعلان شروع کیا تو گویا مصیبتوں اور آلام کے طوفانوں کی ابتدائی ہوگئی، ظلم و جبر کے دروازے کھل گئے، زیادتی کی آبشار اپنی جوبن پر پہنچ گئی۔ وہ اہل مکہ جس کا ایک ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی ذات وصفات کا کلمہ پڑھتا نظر آتا تھا جو آپکے ہر حکم کے آگے سرنگوں ہوجاتے تھے جو اپنے معاملات میں آپ کو اپنا حکم خاص تسلیم کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے ان سب کی گویا کایا پلٹ ہوگئی، ہر فعل الٹا ہوگیا ہر عمل بے معنی نظر آنے لگا۔ یہی نہیں بلکہ مکہ کے کفار و مشرکین نے مسلمانوں اور آپ کی ذات کو بالواسطہ نشانہ بنانا شروع کردیا مسلمان تو اپنی جگہ ستم سہ ہی رہے تھے آپکی ذات کو بھی ہر ہر زاویے سے اذیت و تکالیف پہنچائی جانے لگی راستہ میں کانٹے بچھانا، سر مبارک پر کوڑا ڈالا جانا، گلے میں چادر ڈال کر گھسیٹنا، سجدے کی حالت میں جسم مبارک پر اوجڑی ڈال دینا، طائف میں تبلیغ کا فریضہ ادا کرنے کے جواب میں آپ کی ذات پر شدید سنگ باری کا ہونا ایسی سنگین حالتیں ہیں جن سے شاید ہی کوئی شخص اس طرح متاثر ہوا۔ اور اس پر طرہ یہ کہ آپ نے ان تمام حالات میں صبر و استقامت کا بھرپور مظاہرہ کیا بلکہ جواب میں جہاں آپکو اخلاقی طور پر یہ حق حاصل تھا کہ آپ اپنی ذات پر کی جانے والی زیادتیوں کا بدلہ لے سکتے تھے آپ نے ایک طرف تو بدلہ نہ لیا اور احسان کی اعلیٰ مثال قائم کرتے ہوئے نہ صرف ان تمام افراد کو معاف کردیا بلکہ آپ نے ان کے حق میں دعائے خیر بھی کی کہ اللہ ان کو سمجھ، شعور اور عقل عطا فرما کہ یہ مجھے پہچان لیں اور حق پر ایمان لے آئیں۔

سرکار دو عالم ﷺ کا شروع دن سے ہی یہ عمل اور کردار تبلیغ کے حوالہ سے یکساں رہا ہے اور آپ مرتے دم تک اس پر استقامت کے ساتھ قائم رہے جس کا نتیجہ دنیا والوں نے اس حالت میں دیکھا کہ صرف تیرہ سال کے بعد جب آپ شہر مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے ہیں تو آپ کی ذات میں ذرہ برابر بھی تمکنت، غرور و تکبر کا شائبہ بھی نہیں تھا آپ کی عجز و انکساری سے بھرپور شخصیت اس موقع پر بھی وہی منظر پیش کررہی تھی جو تیرہ سال پہلے تھا۔ اس عمل کا خاطر خواہ نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ لوگ دین اسلام میں جوق در جوق داخل ہونے لگے اور آپکے دنیا سے پردہ کرنے کے بعد جب حضرت عمرؓ کا دور خلافت اختتام پذیر ہوتا ہے تو اسلامی پرچم عملاً لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرتے ہوئے بیس لاکھ مربع میل پر پھیل جاتا ہے اور دنیا والے اس کامیابی و کامرانی پر انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔

حیات طیبہ کا جب ہم اس زاویہ نگاہ سے مطالعہ کرتے ہیں کہ آپ نے دین اسلام کو دوسرے لوگوں تک یعنی غیر مسلم، کفار، مشرکین، اور یہود ونصاریٰ تک اس پیغام کو کس طرح، کس انداز، کس طور وطریقہ سے پھیلایا یا ان تک پہنچایا تو اس کا خلاصہ دو حصوں پر مشتمل نظر آتا ہے۔ ایک حصہ وہ ہے جو مبلغ سے متعلق ہے یعنی جو شخص دین اسلام کا پیغام غیر مسلمین تک پہنچانا چاہتا ہے تو اس کی ذات کن کن خوبیوں کی حامل ہونی چاہئے۔ نیز دوسرا حصہ وہ ہے جس کا تعلق تبلیغ کے اس علم کے حوالہ سے ہے جس کی بنا پر یہ عمل انتہائی موثر ہو جاتا ہے یعنی عمل تبلیغ کی حکمتیں کیا ہونی چاہئیں۔ اب ہم پہلے ایک اچھے مبلغ کی خصوصیت بیان کرنے کی سعی کرتے ہیں۔

مبلغ کی شرائط

(ا) علم میں پختگی: علم کے لغوی معنی، جاننا، آگاہی حاصل کرنا، معلوم کرنا اصطلاح میں جب ہم علم کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس سے مراد دو طرح کا علم ہوتا ہے ایک شریعت کا وہ بنیادی علم جو ہر مسلمان مرد عورت پر حاصل کرنا فرض ہے ''**طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة**''

دوسرا وہ علم ہے جسے ہم دنیاوی علم سے تعبیر کرتے ہیں اس علم کے حوالہ سے علمائے دین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اگر یہ علم ہماری زندگی میں سہولیات وآسانیاں پیدا کرتا ہے اور ہمارے دینی علم میں مخل نہیں ہوتا ہے تو اسے حاصل کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

جیسا کہ سطور بالا میں اشارہ کیا گیا ہے کہ دینی علم ایک تو وہ بنیادی علم ہے جو ہر مسلمان مرد وزن پر فرض ہے اور دوسرے دینی علم کی وہ قسم ہے جو ایک مبلغ کیلئے ہتھیار کا درجہ رکھتی ہے یعنی اسے علوم دینیہ پر نہ صرف مکمل عبور حاصل ہو بلکہ وہ دین اسلام کا عملی نمونہ بھی ہو

لکن الراسخون فی العلم، منهم ولمومنون یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک والمقیمین الصلوة والمتوتون الزکوة لمومنون بالله والیوم الاخر اولئک سنؤ تیهم اجراً عظیماً (۴) ترجمہ: ''البتہ ان میں جو لوگ علم میں پختہ اور ایمان والے ہیں، کہ ایمان رکھتے ہیں اس (کتاب) پر جو آپ پر اتری ہے اور اس پر بھی جو آپ سے قبل اتر چکی ہے اور نماز کے پابند اور زکوۃ کے ادا کرنیوالے ہیں، اور اللہ اور روز آخرت پر ایمان

رکھنے والے ہیں، ایسوں کو ہم اجر عظیم ضرور دیں گے"

ایک مبلغ میں علم کی پختگی کے حوالہ سے آیت دال کی حیثیت رکھتی ہے یعنی انہیں اپنی معلومات میں انتہائی مضبوط، مستحکم اور پختگی پر عمل کرنا چاہئے۔ ماضی میں جو مذاہب گزر چکے ہیں ان پر بھی نظر غائر ہونی چاہئے اور جو رسول اکرم ﷺ پر اترا ان پر نہ صرف ایمان بلکہ عملی طور پر لوگوں کے لئے نمونہ زندگی پیش کرنا چاہتے ہیں اس پر عمل کر کے اگر تبلیغ کی جائے گی تو وہ دنیا میں بھی اپنا اثر ظاہر کرے گی اور آخرت میں بھی اجر عظیم کا مستحق بنا دے گی۔

(۲) باعمل: رسول اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے کی زندگی کا حصہ نیک، صالح اور مثبت عمل پر مبنی ہے اور آپ کی حیات کا ایک ایک لحہ مثبت عمل کے گرد ہی گھومتا نظر آتا ہے لہٰذا ایک مبلغ اگر صرف علوم وفنون کے ہتھیاروں سے لیس ہے تو دوسری طرف وہ عمل کی چادر اوڑھے ہوئے ہو اور ہر فرد کے سامنے اس کے اعمال آئینہ کا درجہ رکھتے ہوں اور اس کا یہ عمل اس حکم ربی کی تصویر ہو جس کا حکم قرآن کریم میں دیا گیا ہے

" ان الذین امنوا وعملوا الصلحت واقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ لھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" (۵) ترجمہ: "بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور نماز کی پابندی کی اور زکوۃ دی انکے لئے ان کا اجر ان کے پروردگار کے پاس ہے نہ ان پر کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہونگے" اس آیت میں عمل کے حوالہ سے اسلام کی بنیادی باتوں کا ذکر ہے لیکن اس کی جامعیت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک فرد جو اپنے فریضہ کی ادائیگی کا کام لے کر نکلا ہے اس کے صبح وشام لیل ونہار کا ایک ایک لحہ فرائض وسنن کی ادائیگی سے معمور ہو اور دیکھنے والے کے منہ سے بے ساختہ یہ نکلے کہ اسلام کا عکس چلا آرہا ہے اور جب یہ شخص عملی طور پر اس پرتو کا نمونہ بن جائے گا تو وہ ان انعامات کا مستحق ٹھہرے گا جن کے لئے رب کریم اس طرف اشارہ فرمایا ہے" **وبشر الذین امنوا وعملوا الصلحت ان لھم جنت تجری من تحت الانھر (۶)** "اور ان لوگوں کے لئے خوشخبری سنا دیجئے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور ان کیلئے بہشت کے باغ ہیں کہ ان کے نیچے دریا بہ رہے ہونگے"

(۳) باشعور: عقل وشعور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے لئے ایک عظیم تحفہ ہے جو انسانوں کو جانوروں سے ممیز وممتاز کرتی ہے اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جو شخص اس کا صحیح

طور پر استعمال کرتا ہے وہ بلندیوں کی جانب محوسفر ہو جاتا ہے بلکہ جو افراد قرآن کریم سے استفادہ کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے بھی مثبت انداز میں ذکر موجود ہے اوران کے لئے رب کریم نے تعریفی کلمات ادا کئے ہیں" کذلک نفصل الآیات لقوم یعقلون "(۷) ترجمہ: ہم اسی طرح دلائل صاف صاف بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں"

جو فرد اللہ کی راہ میں اور اللہ کے دین کی سر بلندی کیلئے اپنی حیات کی توانائیاں صرف کرنے کے ارادے سے نکلتا ہے اور علم و عمل کے ہتھیار کے ساتھ ساتھ وہ عقل و شعور کا صحیح استعمال بھی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے فرد کے لئے اپنی رحمت کے دروازے وا کر دیتا ہے کامیابی و کامرانی اس کا مقدر بنتی جاتی ہے۔ کیونکہ ان کی مدد و اعانت کے لئے وہ ذات لحہ بہ لحہ ہوتی ہے جس نے خود اس بارے میں واضح طور پر اپنے کلام میں اشارہ دیا ہے" رب المشرق والمغرب وما بینھما ان کنتم تعقلون "(۸) ترجمہ:"(موسیٰ نے کہا) وہ رب ہے مشرق اور مغرب کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا اگر تم عقل سے کام لو" یعنی اگر ہم اپنے کاموں میں عقل کو ترجیحی بنیادوں پر نافذ کر لیں تو دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک ہر منزل اور مرحلہ پر ہم کامیابی و کامرانی سے فیضیاب ہو سکتے ہیں کیونکہ اس کی ربوبیت مشرق و مغرب تو کیا ازل و ابدیت تک محیط ہے ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ اس کے پیغام کو کون کس حد تک سمجھتا اور اس پر عمل کرنے کی سعی کرتا ہے جیسا کہ وہ خود واضح الفاظ میں بیان کرتا ہے"کذلک یبین اللہ لکم ایتہ لعلم تعقلون "(۹)"اللہ اسی طرح کھول کر تمہارے لئے احکام بیان کرتا ہے امید ہے کہ تم سمجھو"

(۴) جرأت مندی: مبلغ کا چوتھا جوہر جرأت و ہمت ہے۔ یہ خوبی ایسی ہے جس کا ہر وقت ہر جگہ استعمال نہیں ہوتا۔ لیکن بعض مواقع ایسے آتے ہیں یا حالات و واقعات کا تقاضا ہوتا ہے کہ جرأت مندی کا مظاہرہ کیا جائے۔ تبلیغ کا کام خالصتاً بوجہ اللہ انجام دیا جاتا ہے اور یہ کام نیابت رسول اللہ کا متقاضی بھی ہے لہٰذا قرآن کریم میں بھی ہمیں عزم، ہمت اور جرأت کے حوالہ سے عمل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے 'فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل' '(۱۰)" آپ صبر کیجئے جیسا کہ ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا" یعنی ہمت و جرأت یہ تمام انبیاء کا طرہ امتیاز ہے تبلیغ اور دین کی اشاعت میں اسکی بنیادی حیثیت ہے کیونکہ جب فرد بھرپور اخلاص کے ساتھ نیک

جذبات سے پر ہوکر اللہ کی رضا کے لئے نکلتا ہے تو بعض اوقات اسے اپنے سامنے والوں سے مثبت رویہ کے بجائے منفی رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ایسے موقعوں پر اچھے اچھے افراد سے صبر کا دامن چھوٹ جاتا ہے اس کا رب نے بہترین علاج قرآن کریم میں بتایا ہے۔" **الذین اوتو ا الکتب من قبلکم ومن الذین اشر کو ا اذی کثیراً۔ ان تصبروا وتتقو افان ذلک من عزم الامور** "(۱۱) ترجمہ" اور یقیناً تم بہت سی دل آزاری کی باتیں ان سے سنو گے جنہیں تم سے پہلے کتاب مل چکی ہے اور ان سے بھی جو مشرک ہیں، اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یہ بڑی ہمت کے کام ہیں" آیت میں واضح طور پر اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ کفار کی طرف سے اور اہل کتاب کی جانب سے تم لوگوں کو ایسی کیفیات سے دوچار ہونا پڑے گا جس کی بنا پر وہ تمہاری دل آزاری، دل شکنی اور جذبات کو ٹھیس لگنے کا سبب ہو لہٰذا تمہیں ہمہ وقت اس قسم کی کیفیات وحالت سے دوچار ہونا پڑے گا اور اس کا بھرپور طریقہ سے ہمت وجرأت کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے تیار رہنا چاہئے۔ اسی طرح اگر کفار یا مشرکین یا خود اپنے ہی مسلمان بھائیوں کی طرف سے اس قسم کی کیفیات سے دوچار ہونا پڑے تو اس لئے بھی ہمیں واضح طور پر رہنمائی قرآن کریم کی اس آیت سے حاصل ہوتی ہے جس میں حضرت لقمانؑ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہیں" **یبنی اقم الصلوٰۃ وامر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علیٰ ما اصابک ان ذلک من عزم الامور** "(۱۲) تیر جمہ:" اے میرے بیٹے نماز کو قائم رکھ اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور جو کچھ پیش آئے اس پر صبر کیا کر بے شک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے" آیت مبارکہ میں دوٹوک الفاظ میں عبادت کا حکم نیکی کے کاموں کو حکم اور برے کاموں سے ممانعت کی گئی ہے اور اشارہ دیا گیا ہے کہ ان سب کاموں کے انجام دہی میں بہت سے مواقع ایسے بھی پیش آئیں گے کہ صبر کرنا پڑے گا لہٰذا ساتھ ہی صبر کی تلقین بھی کی جارہی ہے پھر اتمام حجت کے طور پر فرمایا جارہا ہے کہ جو شخص ان تمام امور کی مثبت انداز میں پیروی کرے گا یہ ہمت جرأت والے کاموں میں شمار ہوگا۔

(۵) صحیح غلط کی تمیز: بحوالہ بالا جو مبلغ کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں ان میں ایک بہت اہم خوبی یہ بھی ہے کہ اس فرد میں اس امر کی صلاحیت ہونی چاہئے کہ وہ جس طرح ظاہری معاملات اور امور کو دیکھ کر جو فیصلہ کرے اس کے علاوہ اس کے اندر اتنی صواب دیدی صلاحیت ہونی چاہئے کہ وہ معاملہ کی گہرائی و گیرائی تک پہنچ کر صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط سمجھ سکے اور دوسروں کو سمجھا بھی سکے۔ اس حوالہ سے ہمیں حضرت ابراہیمؑ کا وہ مکالمہ یاد آ رہا ہے جو اس وقت کے عظیم بادشاہ نمرود بن کنعان سے کیا تھا جو غرور و تکبر کے نشے میں اتنا مدہوش ہو گیا تھا کہ اپنے آپ کو خدا کہلانے لگا تھا اور جب مشیت ایزدی سے حضرت ابراہیم اس کے دربار میں گئے اور گفتگو کا آغاز ہوا اس ساری گفتگو کو اللہ تعالی نے قرآن کریم میں انتہائی احسن پیرائے میں بیان فرمایا ہے "**الم ترا الی الذی حاج ابراهیم فی ربه ان اته الله الملک ،اذ قال ابرهیم ربی الذی یحییٰ ویمیت قال انا احي و امیت. قال ابراهیم فان الله یاتی بالشمس من المشرق فات بها من المغرب فبهت الذی کفر. والله لا یهدی القوم الظلمین**" (۱۳) "کیا تم نے اس شخص کے حال پر نظر نہیں کی جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں مباحثہ کیا تھا، اس سبب سے کہ اللہ نے اسے بادشاہت دے رکھی تھی، جب کہ ابراہیم نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے جو زندگی بخشتا ہے اور جو موت دیتا ہے وہ بولا زندگی اور موت تو میں دیتا ہوں، ابراہیم نے کہا اچھا اللہ آفتاب کو مشرق اسے نکالتا ہے تو اے مغرب سے نکال کر دکھا، اس پر وہ جو کافر تھا دنگ رہ گیا، اور اللہ ظالم لوگوں کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا"

قرآن کریم کا تاریخی واقعات کے حوالہ سے اپنا ایک الگ انداز بیان ہے کبھی تو وہ تفصیلی باتیں بھی بیان کر دیتا ہے اور کبھی اشارہ کر دیتا ہے مذکورہ واقعہ کی جو تفاسیر ہم تک پہنچیں انکا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جب نمرود کو حق کا پیغام پہنچایا اور بحث و تکرار کی نوبت آ گئی تو ابراہیمؑ نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے جو حیات و ممات کا مالک ہے اس پر نمرود نے ایک ایسے شخص کو رہا کر دیا جس کو پھانسی ہونے والی تھی اور ایک دوسرے شخص کو مروا دیا اس کے جواب میں حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے جو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال کر دکھا یہ عقلی اور مدلل جواب سننے کے بعد وہ کافر بادشاہ دنگ رہ گیا اور اس کے پاس اسکا کوئی جواب نہیں تھا۔ جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے عقل و شعور کی کسوٹی پر اپنے مدمقابل کو لاجواب کر دیا اسی طرح ایک مبلغ میں

بھی یہی خوبی ہونی چاہیئے کہ اگر ایک طرف اس کے پاس آیات زبانی کی دلیلیں ہوں تو دوسری طرف عقل وشعور کی کسوٹی سے کام لینا بھی آنا چاہیئے

(۶) مستقل مزاج :ایک مبلغ میں جہاں بہت سی خوبیوں کا ذکر کیا گیا وہاں ایک بہت اہم خوبی یہ بھی ہے اسے مستقل مزاج بھی ہونا چاہیئے کیونکہ بعض اوقات بندہ نہایت اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ اپنے دینی کام کا فریضہ انجام دیئے جارہا ہے اور اسے جن مثبت نتائج کی توقع ہے وہ اسے حاصل نہیں ہورہے ہیں ان قسم کے حالات سے اکثر لوگ دل برداشتہ ہوجاتے ہیں ان کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں اور ارادے متزلزل ہوجاتے ہیں لہٰذا جو فرد بھی اپنے آپ کو اس دینی فریضہ سے وابستہ کرے اسے چاہیئے کہ وہ ہمت، جرأت، یکسوئی، اور مستقل مزاجی سے اپنے کام میں لگا رہے تو یقیناً اسے بہتر نتائج بھی حاصل ہونگے اور اس نیک کام کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کی مدد اور رہنمائی بھی فرمائے گا اس حوالہ سے ہمیں قرآن کریم میں بھی اشارہ ملتا ہے ''**انی وجھت وجھی للذی فطرت السموت والارض جنیفاً وما انا من المشرکین**''(۱۴)

ترجمہ: ''تو تم یکسو ہوکر دین (حق) کی طرف اپنا رخ رکھو اللہ کی اس فطرت کا اتباع کرو جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں''

مذکورہ دونوں آیات میں ہمیں یکسو ہوکر کام کرنے اور مستقل مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے کام میں لگے رہنے کی طرف رہنمائی ملتی ہے سورۃ انعام کی آیت میں اللہ تعالیٰ کی خالقیت کا اعتراف کرتے ہوئے اسی کی طرف رجوع کرنے کا عندیہ دیا گیا ہے اور سورۃ روم میں اللہ تعالیٰ کی جانب سر تسلیم خم کیا جاتا ہے کہ حکم ربی بھی یہی ہے کہ تم لوگ یکسو ہوکر دین حق کی طرف اپنا رخ کرلو۔ اور اس کی فطرت کی اتباع کرو کیونکہ اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں ہے اور رب کریم کی سب سے بڑی فطرت حق کی سربلندی ہے جس کیلئے ہمیں یکسو ہوکر اپنے کام میں لگے رہنا چاہیئے۔ تو رب کریم اس امر میں ہماری غیب سے رہنمائی فرمائے گا۔

حواشی و حوالہ جات

(۱) سورۃ ال عمران۔۱۰۴
(۲) النحل: ۱۲۵
(۳) شعراء۔۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶
(۴) النساء۔۱۶۲
(۵) سورۃ البقرۃ۔۲۷۷
(۶) بقرۃ۔۲۵
(۷) روم۔۲۸
(۸) شعراء۔۲۸
(۹) بقرۃ۔۲۴۲
(۱۰) سورۃ احقاف۔۳۵
(۱۱) ال عمران۔۱۸۶
(۱۲) لقمٰن۔۱۷
(۱۳) بقرۃ۔۲۵۸
(۱۴) روم۔۳۰

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی قرآنی خدمات

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

(زیر طبع)